

اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر اور اسلامی تعلیمات

ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا زاہد الراشدی نے ۷۔ اپریل ۱۹۹۵ء کو مسجد صدیقیہ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں فورم کی ماہانہ فکری نشست اور ۷۔ اپریل ۱۹۹۵ء کو مرکزی جامع مسجد شادمان لاہور میں مسلم ہیومن رائٹس سوسائٹی کی فکری نشست سے مندرجہ بالا موضوع پر تفصیلی خطاب کیا، دونوں خطابات کو یکجا ترتیب کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد و الصلوٰۃ! آج ہماری گفتگو کا عنوان ہے ”اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر اور اسلامی تعلیمات“ اور اس کے تحت ہم اس فکری اور نظریاتی کشمکش کا جائزہ لینا چاہتے ہیں جو اس وقت عالمی سطح پر انسانی حقوق اور ان کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے جاری ہے۔ انسانی حقوق آج کی دنیا میں سب سے زیادہ زیر بحث آنے والا موضوع ہے اور یہ مغرب کے ہاتھ میں ایک ایسا فکری ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ مسلم ممالک اور تیسری دنیا پر مسلسل حملہ آور ہے۔ مغرب نے انسانی حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کے چارٹر کو مسلمہ معیار کا درجہ دے کر کسی بھی معاملہ میں اس سے الگ رویہ رکھنے والے تیسری دنیا اور عالم اسلام کے ممالک کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دینے کی مہم شروع کر رکھی ہے، جس میں اسے عالمی ذرائع ابلاغ کے ساتھ ساتھ عالم اسلام اور تیسری دنیا میں اپنی ہم نوا لابیوں کا بھرپور تعاون حاصل ہے اور اس نظریاتی و فکری یلغار میں ملت اسلامیہ کے عقائد و احکام اور روایات و اقدار سب سے زیادہ مغربی دانشوروں، لابیوں اور ذرائع ابلاغ کے حملوں کی زد میں ہیں۔

اس کشمکش میں جب ہم اسلام کے عقائد و احکام پر مغربی دانشوروں کے حملوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ یلغار عقائد و احکام اور معاشرت کے تمام شعبوں پر محیط نظر آتی ہے اور اگر آپ گزشتہ ایک دہائی کے دوران پیش آنے والے واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے حالات

کا تجزیہ کریں گے تو آپ کو صورت حل کا نقشہ کچھ یوں نظر آئے گا۔

○ _____ سلمان رشدی کو مغربی ممالک اور ذرائع ابلاغ نے صرف اس "کارنامے" پر آزادی رائے کا ہیرو بنا کے پیش کیا ہے کہ اس نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مسلمانوں کے بے پایاں حُسن و محبت پر ضرب لگانے کی کوشش کی اور ملت اسلامیہ کے اس اجماعی عقیدہ کا دائرہ توڑنا چاہا کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے اختلاف، اعتراض اور تنقید سے بالا تر اور غیر مشروط اطاعت کا مرکز ہیں۔

○ _____ تسلیم نسرین صرف اس "جرات رندانہ" پر مغرب کی آنکھوں کا تارا بن گئی ہے کہ اس نے قرآن کریم کے ناقابل تغیر و تبدل ہونے کے عقیدہ پر یہ کہہ کر ضرب لگانے کی کوشش کی کہ آج کے حالات کی روشنی میں قرآن کریم میں تراجم کی ضرورت ہے۔

○ _____ معاشرتی جرائم کی اسلامی سزاؤں ہاتھ کاٹنے، سنگسار کرنے اور کوڑے مارنے کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہے، پاکستان کی عدالت عظمیٰ میں مجرم کو کھلے بندوں سزا دینے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی گردانا گیا ہے اور پاکستان میں برائے نام نائنڈ چند اسلامی تعزیراتی قوانین کو ختم کرنے کے لیے امریکہ کی طرف سے مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

○ _____ توہین رسالت پر سزا کے قانون کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہے اور اس قانون کے خاتمہ کے لیے دباؤ ڈالنے کے ساتھ ساتھ مغربی حکومتوں کی طرف سے توہین رسالت کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کا سلسلہ جاری ہے۔

○ _____ قانونیت کو اسلام سے الگ مذہب قرار دینے اور قوانین کو اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مذہبی شعائر کے استعمال سے روکنے کے قانونی و آئینی اقدامات کو بھی انسانی حقوق کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور قوانین کو مظلوم قرار دے کر امریکہ کی طرف سے ان کے خلاف مذکورہ اقدامات واپس لینے پر زور دیا جا رہا ہے۔

○ _____ اسلام کے معاشرتی اور خاندانی نظام کو معاشرت کے موجودہ عالمی نظام کے منافی قرار دیا جا رہا ہے اور خاندانی زندگی کے بارے میں بیشتر مسلم ممالک میں مروجہ قوانین کو عالمی معیار کے مطابق بدل دینے کی تلقین کی جا رہی ہے، جس میں شلوی کے لیے مذہب کی شرط کو ختم کرنے، آزادانہ جنسی تعلقات کے بھرپور مواقع کی فراہمی، ہم جنس پرستی کو قانونی طور پر تسلیم کرنے اور بن بیانی ماؤں اور ناجائز بچوں کو سلبی تحفظ فراہم کرنے کے تقاضے بھی شامل ہیں۔

—○ اسلام کے عقائد و احکام کے ساتھ مسلمانوں کی غیر مشروط اور وفادارانہ وابستگی کو ”بنیاد پرستی“ قرار دیا جا رہا ہے اور ایسی دینی تحریکات پر ”دہشت گردی“ کا لیبل چسپاں کر کے انہیں عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلسل کردار کشی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جو متعدد مسلم ممالک میں اسلامی عقائد و احکام کے ساتھ وابستگی کی بنا پر ریاستی تشدد کا نشانہ بننے کی وجہ سے اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئی ہیں یا غیر مسلم ممالک میں موجود مسلم اقلیتوں کی آزادی اور ان کے اسلامی تشخص کے تحفظ کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دے رہی ہیں۔

یہ ہے ایک سرسری خاکہ مغرب کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سامنے آنے والے اعتراضات اور تقاضوں کا جو گزشتہ ایک عشرہ کے دوران منظم مہم اور مربوط نظریاتی جنگ کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور جن کے سامنے مسلم ممالک کی بیشتر حکومتیں ”سپر انداز“ ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم نے اپنے حالیہ دورہ امریکہ کے دوران یہ کہہ کر مسلم حکمرانوں کے اسی رجحان کی نشاندہی کی ہے کہ ”وہ انٹرنیشنل ازم پر یقین رکھتی ہیں“ اس ”انٹرنیشنل ازم“ کا تصور مغرب کے نزدیک یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کو پوری دنیا کا مشترکہ دستور تسلیم کر کے تمام ممالک اقوام متحدہ کی بلا دستی کے سامنے جھک جائیں اور اقوام متحدہ کو کنفیڈریشن طرز کی مشترکہ حکومت قرار دے کر ساری دنیا ایک عالمی برادری کی شکل اختیار کر لے گویا وہ مغرب جس نے گزشتہ ایک سو سال کے دوران نیشنلزم اور قومیت کے نام پر عالم اسلام کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے حصے بخرے کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اب انہی ٹکڑوں کو ”انٹرنیشنل ازم“ کے نام پر وہ اپنی بلا دستی میں ویٹرن سولائزیشن میں ضم کرنے کے لیے کوشاں ہے اور اس اسکیم کے تانے بانے پوری طرح بنے جا چکے ہیں۔

معزز شرکاء محفل! اس نظریاتی معرکہ اور فکری جنگ میں بنیادی حیثیت اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا انسانی حقوق کمیشن کے فیصلوں اور قراردادوں کو حاصل ہے۔ ”انسانی حقوق کا چارٹر“ متن ہے اور جنیوا کنونشن کے فیصلے اور قراردادیں اس کی شرح ہیں جو اس نظریاتی جنگ میں مغرب کے ہاتھ میں ایک مضبوط ہتھیار کا کام دے رہی ہیں۔ مغرب کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کی رکنیت اختیار کرنے والے تمام ممالک نے انسانی حقوق کے اس چارٹر پر دستخط کر کے اسے تسلیم کر لیا ہے، اس لیے وہ اس کے پابند ہیں اور جن ممالک میں اس چارٹر کے منافی قوانین نافذ ہیں وہ اس بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے

ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ تمام ممالک خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اس عالمی معاہدہ کی پابندی کریں اور اپنے اپنے ملک میں رائج قوانین میں ترامیم کر کے انہیں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔

ہمیں مغرب کے اس موقف اور اس کی پشت پر کار فرما عزائم کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا۔ محض جذباتی طور پر اسے مسترد کر دینے سے بات نہیں بنے گی اور ”ہم نہیں مانتے“ کا خلی نعرہ دنیا بھر کے ان اربوں انسانوں اور عالم اسلام کے ان کروڑوں مسلمانوں کو ہمارے موقف کے بارے میں مطمئن نہیں کر سکے گا جو ورلڈ میڈیا کی براہ راست زد میں ہیں اور جن کی آنکھوں اور کانوں کو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغرب کے پراپیگنڈے کا روز مرہ سلانا کرنا پڑتا ہے، اس لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مسلم علماء، دانشور اور دینی ادارے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا انسانی حقوق کنونشن کی قرار دادوں اور فیصلوں کا علمی بنیاد پر جائزہ لیں اور مغرب کے اعتراضات و خدشات کا منطق و استدلال کے ساتھ سامنا کر کے انسانی حقوق کے حوالہ سے ملت اسلام کا موقف سامنے لائیں۔ ہمیں انسانی حقوق کے بارے میں معروضی حالات اور انسانی معاشرہ کو درپیش مسائل کی روشنی میں اپنے موقف کا واضح طور پر تعین کرنا ہو گا اور اسے علم اور منطق و استدلال کی بنیاد پر افہام و تفہیم کے جذبہ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہو گا ورنہ ہم اس خوفناک نظریاتی جنگ میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکیں گے۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور اس کی تشریح میں جنیوا انسانی حقوق کنونشن کی قرار دادوں اور فیصلوں کا جائزہ ہمیں دو مرحلوں میں لینا ہو گا۔ پہلے مرحلہ میں ان دونوں کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اور بحث و مذاکرہ کے عمل سے گزر کر ان دونوں کے ان حصوں کی نشاندہی کرنا ہو گی جو ہمارے خیال میں اسلام کے عقائد و احکام سے متصادم ہیں اور جن کو قبول کرنے کی صورت میں ہمیں اپنے دینی عقائد، احکام اور معاشرتی اقدار سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا کنونشن کی قرار دادوں کے اسلام سے متصادم حصوں کی متعین طور پر نشاندہی کے بعد دنیا بھر کو وسیع پیمانے پر ان سے مددگاہ کرنا ہو گا اور عالمی سطح پر ان کی تشریح کرنا ہو گی تاکہ پوری دنیا کے اہل دانش ہمارے موقف کو اچھی طرح سمجھ سکیں جبکہ دوسرے مرحلے پر ہمیں علمی اور منطقی طور پر اسلام کے ان احکام و قوانین اور روایات و اقدار کی بہتری اور اقلیت کو ثابت کرنا ہو گا جنہیں انسانی حقوق کے

متنی قرار دیا جا رہا ہے اور جو اقوام حمہ کے انسانی حقوق کے چارٹر سے متصادم نظر آ رہے ہیں۔

سامعین محترم! ان گزارشات کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اقوام حمہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ چنانچہ بحث کے آغاز کے طور پر ہم اس چارٹر کے بعض حصوں کا ابتدائی اور سرسری طور پر جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ یہ چارٹر اقوام حمہ نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو جاری کیا تھا اور اس وقت ہمارے سامنے اس کا اردو متن ہے جو اسلام آباد کے ماہنامہ ”ٹولڈ قانون“ نے دسمبر ۱۹۴۳ء کے شمارے میں شائع کیا ہے۔ انسانی حقوق کے اس چارٹر کی ۳۰ دفعات ہیں اور اس میں اجتماعی زندگی کے کم و بیش تمام شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

چارٹر کے ابتدائی مطالعہ میں ہم نے اس کی چند دفعات سمجھنے کے لیے منتخب کی ہیں جو ہمارے خیال میں بعض اسلامی قوانین و احکام کو انسانی حقوق کے متنی قرار دینے کا باعث بن رہی ہیں لیکن ان دفعات کو زیر بحث لانے سے پہلے چارٹر کی اعتقادی اور فکری بنیاد کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ چارٹر دراصل مغربی فلسفہ حیات اور ڈیٹرن سولائزیشن کا نقطہ عروج ہے جس کے پیچھے یہ سوچ کار فرما ہے کہ مذہب کا تعلق صرف عقیدہ، عبادت اور اخلاقیات سے ہے جس میں ہر انسان آزاد ہے کہ وہ عقیدہ، عبادت اور اخلاقیات میں جو رجحان چاہے اختیار کرے اور یہ اس کا ذاتی معاملہ سمجھا جائے جس سے ریاست یا کوئی اور اتھارٹی کسی قسم کا تعرض نہ کرے البتہ انسانی زندگی کے اجتماعی معاملات مثلاً ”سیاست، قانون، ایڈمنسٹریشن، تجارت، زراعت اور مشیت کے ساتھ مذہب کا کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان امور میں ہر قوم اپنے اجتماعی یا اکثریتی رجحانات کے مطابق کوئی بھی نظام اختیار کر سکتی ہے اور وہ نظام مذہب کی کسی بھی قید یا پھلپ سے آزاد ہو گا اسے اصطلاحی طور پر سیکولر ازم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی سیکولر ازم کو قبول کرنے کا ہم سے تقاضہ کیا جا رہا ہے۔ سیکولر ازم کا تاریخی پس منظر تو یہ ہے کہ یورپ میں پلوشلہ، کلیسا اور جاگیردار کے اتھلو ٹلاش نے جب غریب عوام پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا اور پلوشاہت اور جاگیرداری کے خلاف بے بس عوام کی بے گتوت میں کلیسا اور پادری نے عوام کا ساتھ دینے کی بجائے پلوشاہ اور جاگیردار کا ساتھ دیا تو عوامی انقلاب نے پلوشاہت اور جاگیرداری کے ساتھ کلیسا اور پادری کی بسلا اقتدار بھی الٹ کر رکھ دی اور مذہب کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے اس کا دائرہ کار کلیسا کی چار دیواری کے

اندہر محدود کر دیا، لیکن اس تاریخی پس منظر کے پہلو پہ پہلو ایک اعتقادی اور فکری بنیاد بھی ہے جو سیکولر ازم اور مغربی جمہوریت کو نظریاتی قوت فراہم کر رہی ہے۔

حضرات کرم! مغرب کے ماہ پرستانہ فلسفے کی بنیاد نظریہ ارتقا پر ہے جس کا خاکہ کچھ اس طرح سے ہے کہ اس دنیا میں جو کسی پیدا کرنے والے اور چلانے والے خدا کے بغیر خود بخود وجود میں آئی ہے انسانی نسل، حیوانی ارتقا کا نتیجہ ہے جو کچھڑے سے جنم لینے والے کیڑے سے شروع ہو کر مختلف زمانوں میں شکلیں بدلتا ہوا انسان کی صورت اختیار کر گیا ہے اور یہ اس کی آخری اور حتمی شکل ہے، اسی طرح انسانی معاشرہ بھی ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے جو جنگوں اور غارتوں سے شروع ہوا اور مختلف شکلیں بدلتا ہوا اور معاشرت کے مختلف طریقے قوانین اور نظام آزمانا ہوا جمہوریت، سیکولر ازم اور ویسٹرن سولائزیشن کی موجودہ شکل اختیار کر گیا ہے اور یہ انسانی معاشرت کی آخری اور مکمل شکل ہے، جس میں اب مزید بہتری کا کوئی امکان نہیں ہے گویا جس طرح نسلی اعتبار سے انسان آخری منزل ہے اور اب اس کے نئی کوئی شکل اختیار کرنے کا امکان نہیں ہے اسی طرح معاشرتی لحاظ سے بھی ویسٹرن سولائزیشن آخری منزل ہے اور اب اس سے بہتر کوئی معاشرتی ڈھانچہ سامنے آنے کا امکان نہیں ہے۔ اسے اینڈ آف دی ہسٹری (END OF THE HISTORY) سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور مغربی دانش ور اب ارتقاء کے عمل کے مزید آگے بڑھنے کے امکانات کو مسترد کرتے ہوئے مکمل چہی کو انسانی زندگی کی اگلی منزل قرار دے رہے ہیں۔

اس طرح جب موجودہ انسانی معاشرہ نہ صرف انسانیت بلکہ پوری کائنات ارضی کی آخری، مکمل اور ترقی یافتہ شکل قرار پاتا ہے اور یہی کائنات وجود کا حاصل ہے تو خیر و شر کا آخری معیار بھی یہی ہے اس لیے جسے یہ انسانی معاشرہ خیر قرار دے دے وہی خیر ہے اور جو اس معاشرہ کے نزدیک شر قرار پائے وہی شر ہے۔ اس کے علاوہ خیر اور شر کو ماپنے اور جانچنے کا کوئی اور پیمانہ موجود نہیں ہے، جس کی بنیاد پر کسی چیز یا کام کے خیر یا شر ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

مگر اسلام اس تصور کو سرے سے قبول نہیں کرتا اور اس کے برعکس قرآن و سنت پر یقین رکھنے والے ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات کسی خلوق کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ اسے کائنات کے مالک و خالق ”اللہ تعالیٰ“ نے پیدا کیا ہے اور وہی اسے ایک لقم کے ساتھ چلا رہا ہے اسی طرح انسانی نسل کسی ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے

ایک مستقل مخلوق کے طور پر پیدا کیا ہے اور اشرف المخلوقات ٹھہرایا ہے پھر انسانی زندگی کا ایک معاشرہ کی شکل اختیار کر جانا بھی خود رو ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے مطابق نسل انسانی کا پہلا فرد ”حضرت آدم“ علم، قانون، شرم و حیا، لباس اور مکان کی سہولتیں سے بہرہ ور تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہر باشعور مسلمان یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے۔ کہ نسل انسانی اس دنیاوی زندگی میں آسمانی ہدایات کی پابند ہے جو اس کے پاس اس کے خالق و مالک کی طرف سے حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے ذریعہ آئی ہیں اور ان ہدایات کی آخری اور مکمل شکل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں جن پر عمل در آمد زندگی کے اگلے اور آخری مرحلہ میں کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اس تفصیل کے ساتھ کہ اس کے لیے ”احسن تقویم“ کا خطاب بھی استعمال کیا گیا ہے اور اسے ”اسفل سافلین“ کے مقام کا مستحق بھی قرار دیا گیا ہے۔ گویا انسان اور انسانی معاشرہ کی موجودہ شکل آخری اور حتمی نہیں ہے، یہ احتمالی گزرگاہ ہے جس سے گزر کر اگلی زندگی میں اسے ”احسن تقویم“ یا ”اسفل سافلین“ کی منزل سے ہمکنار ہونا ہے۔ اور وہی اس کا اینڈ آف دی ہسٹری (HISTORY END OF THE) ہو گا۔ اس لیے موجودہ انسانی معاشرہ جب آخری اور حتمی منزل نہیں ہے تو اس کی سوچ اور عقل بھی خیر اور شر کا آخری معیار نہیں ہے بلکہ خیر اور شر کا حتمی معیار آسمانی وحی ہے جس کی مکمل شکل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی صورت میں موجود ہے۔

معزز شرکائے محفل! یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی پہلی دفعہ میں تمام انسانوں کو آزادی اور حقوق کے ساتھ ساتھ حکرم میں بھی برابر قرار دیا گیا ہے جبکہ اسلام تمام انسانوں کو حکرم کا یکساں مستحق تسلیم نہیں کرتا۔ اس کا اصول ”ان اکرمکم عند اللہ اتقکم“ ہے کہ جو اچھے کردار کا حامل ہے وہ حکرم کا مستحق ہے اور جس کا کردار انسانی اخلاق کے مطابق نہیں ہے وہ حکرم کا حق دار نہیں ہے۔ اس پس منظر میں چارٹر کی دفعہ ۵ کا جائزہ لیا جائے تو جرائم کی اسلامی سزاؤں کو غیر انسانی قرار دینے کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ دفعہ ۵ کا عنوان ہے ”تشدد کا خاتمہ“ اور اس میں کہا گیا ہے کہ

”کسی شخص کو تشدد اور ظلم کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا یا ایسی سزائیں دی جائے گی“

گویا اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق کسی مجرم کو دی جانے والی سزا کا تشدد اور تزیل کی آمیزش سے خالی ہونا ضروری ہے اور جس سزا میں ان میں سے کوئی عنصر موجود ہو گا وہ انسانی حقوق کے منافی قرار پائے گی، اسی بنا پر ہاتھ کاٹنے، کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کی سزاؤں کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا جا رہا ہے اور اسی بنا پر پاکستان کی عدالت عظمیٰ میں کسی مجرم کو کھلے بندوب سزا دینے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے تعبیر کیا جا چکا ہے۔ جبکہ اسلام میں جرائم پر سخت سزاؤں کا مقصد ہی یہ ہے کہ مجرم کو نصیحت ہو اور دیکھنے والے اس سے عبرت پکڑیں۔ اس کے بعد چارٹر کی دفعہ ۲۱ پر ایک نظر ڈال لیجئے جس میں کہا گیا ہے کہ:

”پوری عمر کے مردوں اور عورتوں کو نسل قومیت یا مذہب کی کسی تحدید کے بغیر باہم شادی کرنے اور خاندان کی بنیاد رکھنے کے حق حاصل ہے، شادی، دوران شادی اور اس کی ختمیہ کے سلسلہ میں وہ مساوی حقوق رکھتے ہیں“

اس دفعہ میں اسلامی تعلیمات کی رو سے چند باتیں غور طلب ہیں، پہلی بات یہ کہ پوری عمر سے کیا مراد ہے؟ ”کیونکہ اسلامی احکام میں شادی کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ ”مذہب کی کسی تحدید کے بغیر“ کا مطلب واضح ہے کہ کوئی مسلمان مرد کسی بھی غیر مسلم عورت سے اور کوئی مسلمان عورت کسی بھی غیر مسلم مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ جبکہ یہ اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ تیسری بات یہ کہ شادی کی ختمیہ کے سلسلہ میں دونوں کے مساوی حقوق کا تصور بھی اسلامی احکام کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام نے طلاق کے بارے میں واضح ترجیحات قائم کی ہیں اور دونوں کو یکساں حقوق بہر حال نہیں دیے ہیں۔ اس کے ساتھ چارٹر کی دفعہ ۲۵ کی شق ۲ کو بھی شامل کر لیں جس میں کہا گیا ہے کہ:

”ماں اور بیچے کو خصوصی توجہ اور مدد کا حق حاصل ہے۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہوں یا بغیر شادی کے پیدا ہوں یکساں سلامتی تحفظ سے بہرہ ور ہونے کا حق رکھتے ہیں۔“

اور ان دونوں دفعات کے ساتھ گزشتہ برس قاہرہ میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی بہبود آبائی کانفرنس کی سفارشات کو بھی سامنے رکھیں جن میں تمام ممالک سے تقاضہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عوام کو آزادانہ جنسی اختلاط کے مواقع فراہم کریں، اسقاط حمل کی سہولتیں

میا کریں، بن بیانی ماؤں کو سماجی تحفظ سے بہرہ ور کریں اور ہم جنسی کو قانونی جواز کی سند عطا کریں۔

حضرات محترم! اب آپ ان تمام امور کے اشتراک کے ساتھ خاندانی زندگی سے متعلقہ قوانین کے بارے میں اس ”عالمی معیار“ کو سمجھنے کی کوشش کریں جسے اپنانے کی تمام ممالک کو تلقین کی جا رہی ہے اور یہ تقاضا کیا جا رہا ہے کہ اگر کسی ملک میں اس معیار کے خلاف عائلی قوانین نافذ ہیں تو وہ ان میں ترامیم کر کے انہیں اس عالمی معیار کے مطابق ڈھال لے۔

کم و بیش یہی صورت حال آزادی ضمیر، آزادی عقیدہ، آزادی رائے اور آزادی اظہار کے حوالہ سے انسانی حقوق کے مذکورہ چارٹر کی تصریحات کی بھی ہے جو چارٹر کی دفعہ ۱۸ اور ۱۹ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں:

”ہر شخص کو آزادی خیال، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنا مذہب اور عقیدہ تبدیل کرنے اور انفرادی و اجتماعی طور پر علیحدگی میں یا سب کے سامنے اپنے مذہب یا عقیدے کی تعلیم، اس پر عمل کرنے، اس کے مطابق عبادت کرنے اور اس کی پابندی کرنے کی آزادی کا حق شامل ہے۔“

”ہر شخص کو آزادی رائے اور آزادی اظہار کا حق حاصل ہے اس حق میں بلا مداخلت رائے رکھنے کی آزادی اور بلا لحاظ علاقائی حدود کسی بھی ذریعے سے اطلاعات اور نظریات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کی آزادی شامل ہے۔“

ان دونوں دفعات پر ایک بار پھر غور کر لیجئے اور سلمان رشدی، تسلیم نسرین، پاکستان کے چند مسیحی گستاخان رسول اور قلابانیوں سمیت ان تمام طبقوں اور گروہوں کے مبینہ حقوق کا جائزہ لیجئے جن کی پابلی کا ڈھنڈورا پیٹ کر مغرب کی حکومتیں اور ذرائع ابلاغ انسانی حقوق کے حوالہ سے مسلمانوں کے طرز عمل کو مسلسل ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔

حضرات کرم! بات کچھ زیادہ لمبی ہوتی جا رہی ہے اس لیے گفتگو سمیٹتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی بعض دفعات کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سرسری طور پر کسی لمبی بحث میں الجھے بغیر صرف اس غرض سے کہ ان اعتراضات و شبہات کی نوعیت کا کچھ اندازہ ہو جائے جو انسانی حقوق کے حوالہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کی طرف سے کیے جا رہے ہیں اور مغرب کے ان عرائم کو سمجھنا مشکل نہ

رہے جو اس تکلیف میں اس کے اہداف کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ یہ قطعی طور پر ایک سرسری اور ابتدائی مطالعہ ہے جو علماء کرام اور دانشوروں کو مسئلہ کی سنگینی اور اہمیت کا احساس دلانے کے لیے ہے۔ اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء کرام اور اہل دانش اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور اس کی تشریح و تعبیر میں جینوا انسانی حقوق کمیشن کی قرار دادوں اور فیصلوں کا گہری نظر سے مطالعہ کریں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کی ایک ایک شق کا تجزیہ کریں، اس پر بڑے دینی اواروں اور مدارس میں مذاکروں اور علمی بحث و مباحثہ کا اہتمام کیا جائے، قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ کی تدریس و تعلیم میں اساتذہ ان موضوعات کو اپنی گفتگو کا حصہ بنائیں اور اہل قلم قومی اخبارات اور دینی جرائد میں ان مسائل پر اظہار خیال کریں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس تمام ترجمہ نگار اور مباحثہ میں سیاسی نمونہ بازی اور مناظرانہ اسلوب سے گریز کرتے ہوئے خالصتاً علمی زبان اور منطقی و استدلالی انداز اختیار کیا جائے تاکہ ہم دنیا پر اسلام کی حقانیت، اقلیت اور ضرورت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کی نئی نسل اور تعلیم یافتہ طبقہ کی غالب اکثریت کو غیر شعوری ارتداد سے بچاسکیں جو اسلام کے احکام و قوانین پر مغربی فلسفہ کے اعتراضات کے مسلسل یکطرفہ پراپیگنڈہ کا کوئی معقول جواب نہ پا کر دھیرے دھیرے اس کے دائرہ اثر میں شامل ہوتے جا رہے ہیں، خدا کرے کہ ہماری علمی شخصیات اور دینی اوارے وقت کے اس سب سے بڑے چیلنج کا صحیح طور پر لوہا کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

اردو، عربی اور انگریزی کی معیاری کمپوزنگ کے لیے

الشریعہ کمپوزرز گوجرانوالہ

سے رابطہ کیجئے

مناسب نرخ ○ بروقت کام

الشریعہ کمپوزرز، مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، فون ۲۱۹۶۶۳